متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء

ایک جائزہ

امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ

سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

ناشر

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A/1، مین بازار، اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Ph: +91-11-26322991, Telefax: +91-11-26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com / www.aimplboard.in

(©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

نام کتاب	:	متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء ایک جائزہ
مؤلف	:	حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ
سن اشاعت	:	مارچ ۲۰۱۳ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ	:	مرکزی دفتر بورڈ، نئی دہلی (محمد ارشد عالم)
پروف ریڈنگ	:	وقارالدین لطیفی
صفحات	:	۱۶
قیمت	:	۱۰/روپے

ناشر

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ-نئی دہلی

پیش لفظ

انسانی سماج میں جتنی قرابتیں پائی جاتی ہیں، ان میں سب سے قریب ترین رشتہ والدین اور اولاد کا ہے، یہ ایک فطری رشتہ ہے، یہ ایسا رشتہ نہیں جو زبان کے بول سے وجود میں آجاتا ہو، یہ رشتہ غیر معمولی محبت اور بے حد شفقت پر مبنی ہے، اسی لئے شریعت نے اس کو اَٹوٹ رشتہ قرار دیا ہے، جیسے زبان کے بول سے یہ رشتہ وجود میں نہیں آسکتا، اسی طرح یہ رشتہ اس کے ذریعہ ختم بھی نہیں ہوسکتا۔

اسی لئے اسلام ’’متبنّٰی‘‘ یعنی لے پالک لینے کا قائل نہیں ہے، آدمی کسی لڑکے یا لڑکی کی پرورش کردے، یا اس کی کفالت کرے، تعلیم وتربیت اپنے ذمہ لے لے، یہ بڑے اجر وثواب کا کام ہے؛ بلکہ جس لڑکے یا لڑکی کی کفالت کی جائے، اگر وہ یتیم ہو تو اس کے لئے بڑی خوش خبری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور آپؐ نے دو انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہونگے جیسے یہ دونوں انگلیاں ہیں۔ انا و کافلُ الیتیم کھاتین۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کہ انسان دوسرے کی اولاد کو اپنی اولاد کہنے لگے، اور اپنے آپ کی طرف اس کی نسبت کرلے، قرآن مجید میں صراحتًا اس سے منع کیا گیا ہے۔

موجودہ دور میں متبنّٰی کو اپنی اولاد کا درجہ دینے کی کوشش کی جارہی ہے، مغربی ممالک میں اس کا خاص سبب یہ ہے کہ وہاں شرحِ پیدائش کم ہوتی جارہی ہے، لوگ دیر سے شادی کرتے ہیں اور شادی کے بعد بھی طویل عرصہ تک ماں باپ بننا نہیں چاہتے، پھر ماں باپ بننے کی جو فطری خواہش انسان کے اندر رکھی گئی ہے، گود لے کر مصنوعی طور پر اس کی تکمیل کی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بھی گود لینے کا خاص تصور ہے، کیونکہ برادرانِ وطن کے

نزدیک مکتی (نجات) کیلئے اولاد نرینہ کا ہونا ضروری ہے، جس کو اولاد نرینہ نہیں ہوتی، وہ کسی اور کے بچے کو گود لے لیتا ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ نکاح وقت پر کیا جائے، برتھ کنٹرول سے بچا جائے، اور اسلام کا تصور یہ بھی ہے کہ انسان کی نجات اس کے اعمال سے متعلق ہے، نہ کہ اس کی اولاد سے؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیٹیوں کے بارے میں فرمایا کہ جو ان کی ایسی محبت سے پرورش کرے کہ محض بیٹا ہونے کی بیٹا کو بیٹی پر ترجیح نہ دے تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

اس لئے اسلام ایسے مصنوعی رشتہ کا قائل نہیں ہے، یہ مسئلہ ’’پرسنل لا‘‘ کے دائرے میں آتا ہے؛ اس لئے بجا طور پر مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں گود لئے ہوئے لڑکے اور لڑکی کو اپنی اولاد کا درجہ نہیں دیا جائے، اس سلسلہ میں ’’۱۹۷۲ء‘‘ میں حکومت نے ایسی قانون سازی کی کوشش کی تھی کہ مسلمانوں پر بھی قانونِ تبنیت کا اطلاق ہو۔ اس کے خلاف مسلمانوں کا سخت احتجاج ہوا، اور اسی پس منظر میں ’’آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ‘‘ کی تشکیل عمل میں آئی، اس وقت امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے ایک مختصر، مفید رسالہ مرتب فرمایا، جو اس مسئلہ کی وضاحت کیلئے نہایت ہی کافی وشافی اور چشم کشا ہے۔

ادھر بدقسمتی سے پھر لے پالک کو بیٹا قرار دینے کی کوششیں کی جارہی ہیں، ضرورت تھی کہ ان حالات میں مسلمانوں پر اچھی طرح اس مسئلہ کو واضح کیا جائے، اور اس کے مضمرات سے وہ باخبر ہوں۔ اسی مقصد کے تحت اس رسالہ کا نیا ایڈیشن بورڈ شائع کررہا ہے۔

خدا کرے کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اور ہم لوگ اس ملک میں شریعت کی پاسبانی کے فریضہ کو بہتر طور پر ادا کرسکیں۔

۲؍مارچ ۲۰۱۳ء

سید نظام الدین

(جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء The Adoption of Children Bill کے متعلق یہ مختصر سی تحریر بل کی تمام دفعات کا ملکی مفاد کے پیش نظر جائزہ نہیں ہے۔ نہ بل کے قانونی شکل میں آجانے اور اس کے نفاذ کے بعد معاشرے میں پڑنے والے اثرات پر تبصرہ ہے۔ اس تحریر کا مقصد صرف ان بنیادی اور اہم باتوں کی واضح نشاندہی ہے۔ جن کی وجہ سے یہ بل اپنے اندر کوئی خاص افادی پہلو نہیں رکھتا لیکن اسلامی قانون سے ٹکراتا ہے اور مسلم پرسنل لا کو متاثر کرتا ہے۔

بل کا مقصد:

اس بل کا جائزہ اس نتیجہ تک پہونچاتا ہے کہ بل کا مقصد یہ ہے کہ:

(۱) ان بچوں کیلئے مناسب گھر اور خاندان کے نظم کی راہ نکل سکے جو نادار اور خبر گیری سے محروم ہیں۔

(۲) یہ بل تبنیت کے لئے ایک ایسا قانون وضع کرنا چاہتا ہے جس کا اطلاق تمام فرقوں پر ہو سکے۔

(۳) اور اس بل کے قانونی شکل میں آجانے کے بعد اس قانون سے فائدہ اٹھانے والوں کے درمیان عملی اعتبار سے حقیقی رشتہ کا معاملہ ہوگا۔

نادار بچوں کی خبر گیری:

(۱) نادار اور خبر گیری سے محروم بچوں کی حفاظت اور کفالت کا معاملہ یقیناً بہت اہم ہے

اور اس نیک ارادے کو صحیح راہوں سے پورا بھی ہونا چاہئے۔ ایسے بچوں کیلئے کوئی ایسی راہ نکالنا نہ صرف مناسب بلکہ ضروری ہے۔ جس کے ذریعہ وہ بچے اچھی تربیت، بہتر تعلیم اور روشن مستقبل کے مالک بن سکیں۔ لیکن یہ جائزہ لینا ہوگا کہ کیا اس طرح کے قوانین (جو ابھی بل کی شکل میں ہیں) ملک بھر میں پھیلے ہوئے ان گنت قابل رحم بچوں کے مسئلہ کا حل بن سکیں گے!

ماضی کا تجربہ:

۱۹۵٦ء میں HINDU ADOPTION & MAINTENENCE ATC. پاس ہوا تھا۔ اس قانون کا تعلق ملک کی سب سے بڑی اکثریت سے ہے۔ قانون سازوں کے ذہن میں یہ بات رہی ہوگی کہ اس قانون کے ذریعہ خبر گیری سے محروم ہندو بچوں کا مسئلہ حل ہو سکے گا اور ان کے ساتھ پھیلی ہوئی ناانصافیوں کا دروازہ ایک مدت تک بند ہو جائے گا۔ لیکن اعداد و شمار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس قانون سے پہلے اور قانون کے بعد بچوں کے گود لینے کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہاں جو بچے گود لئے گئے ان کو قانونی تحفظات ضرور حاصل ہو گئے۔ اس طرح موجودہ بل اگر قانون کی شکل اپناتا ہے تو اس سے متبنّٰی بچوں کو (مذہب اور فرقہ کے فرق کے بغیر) کچھ تحفظات مل جائیں گے۔ مگر خبر گیری سے محروم بچوں کی حفاظت اور کفالت کے تناسب میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ اور وہ مقصد پورا نہیں ہو سکے گا جس کا تذکرہ اسباب و اغراض کی توضیح کرتے ہوئے پہلے پیراگراف میں کیا گیا ہے۔

"TO PROVIDE PROPER HOMES AND FAMILIES FOR ABANDONED. DESTETUTE AND NEGLECTED CHILDREN"

۱۹۵٦ء کے مذکورہ ایکٹ کے تجربہ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ ۱۹۷۲ء کا متبنّٰی بل ایکٹ بن جانے کے بعد قابل رحم بچوں کی حالت میں کوئی قابل لحاظ تبدیلی نہیں کرسکتا۔ وجہ یہ ہے کہ ۱۹۵٦ء کا قانون یا موجودہ بل ۱۹۷۲ء قابل رحم بچوں سے

براہ راست تعلق نہیں رکھتا۔اس کا تعلق ان بچوں سے ہے جنہیں گود لیا جا چکا ہے۔خواہ وہ بچے خبر گیری سے محروم اور نادار ہوں یا نہیں!

گود لینے والوں کا جذبہ:

اس موقع پر یہ بھی غور کر لینا مناسب ہوگا کہ گود لینے والے کس جذبہ کے تحت بچوں کو گود لیتے ہیں۔ایسے افراد مشکل سے نظر آئیں گے جنہوں نے کسی کی غربت پر ترس کھا کر بے گھر کو گھر والا بنانے کے لئے اور معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے بچوں کو سینے سے لگانے کے لئے گود لیا ہو۔جو افراد گود لیا کرتے ہیں ان کی بہت بڑی اکثریت صرف اولاد کی کمی کو دور کرنے اور بچوں سے محرومی کی کسک کو مٹانے کیلئے کسی کو گود لیا کرتی ہے۔اور یہ بھی حقیقت ہے کہ عام طور پر نادار، بے گھر، مفلس اور قابل رحم بچے گود نہیں لئے جاتے خاندان ہی کے کسی بچہ کو گود لیا جاتا ہے۔اور اکثر خاندانی رشتہ کو نیا رنگ دے کر ایک فطری جذبہ کی تکمیل کی کوشش کی جاتی ہے۔

غیر ملکی حضرات کے سامنے کچھ اور مقاصد بھی ہوا کرتے ہیں مگر عام طور پر ناداری اور افلاس کسی کو گود لینے کا سبب نہیں بنا کرتے اس لئے یہ بل قانون کی شکل میں آجانے کے بعد قابل رحم بچوں کے درد کا مداوا نہیں بن سکتا۔

بچوں کا مسئلہ حل ہونا چاہئے:

یہ حقیقت ہے کہ ملک میں غریبی اور بے روزگاری بڑھ رہی ہے پچیس سالہ کوششوں کے باوجود آمدنی کے اوسط کے مقابلہ گرانی کا اوسط زیادہ بڑھا ہے۔اور مفلسی پھیلتی چلی جارہی ہے۔موجودہ حالات میں ملک کے بگڑتے ہوئے اقتصادی ڈھانچہ کے سدھرنے اور پھیلی ہوئی غریبی کے سمٹنے کے امکانات دور دور نظر نہیں آتے۔ملک کی موجودہ

اقتصادی صورتحال کا لازمی نتیجہ خبر گیری سے محروم بچوں کی تعداد میں اضافہ ہے۔اس بڑھتی ہوئی تعداد کو متبنّٰی قانون کے ذریعہ قابل ذکر حد تک بھی کم نہیں کیا جا سکتا۔اور ایسی کوئی توقع نہیں ہے کہ ایسے خوش قسمت بچوں کی تعداد ایک فیصد بھی ہو سکے گی جن کا مستقبل اس طرح کے قوانین کے ذریعہ کسی نیک انسان کے ساتھ مکمل وابستگی سے ''یقینی'' اور ''تابناک'' ہو سکتا ہو۔اس لئے ایسے بچوں کے لئے کوئی یقینی اور نفع بخش راہ نکالنی ہوگی۔اور ایسی شکل پیدا کرنی ہوگی کہ ان کی آرزوؤں کی کلی مرجھا کر نہ رہ جائے۔

متبنّٰی اسلام کی نظر میں:

(۲) اس بل کا دوسرا اہم مقصد ''تبنیت'' کیلئے ایسا قانون وضع کرنا ہے۔جس کا اطلاق تمام فرقوں پر ہو سکے، اس طرح اس بل کی بنیاد پر بنا ہوا قانون ہر مذہب اور رواج کے پابند ہندوستانیوں پر یکساں طور سے نافذ ہوگا، ظاہر ہے اس میں مسلمان بھی شامل ہیں۔اسلامی نقطۂ نظر سے تبنیت ایک غلط رسم ہے جسے اسلام نے ختم کر دیا ہے۔اور اس طرح کے مصنوعی رشتوں کو ناقابل قبول قرار دیا ہے، قرآن میں تبنیت کی رسم کو ختم کرتے ہوئے فرمایا گیا،

ماجعل ادعیائکم ابنائکم ذالکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل، ادعوھم لا بآئھم ھو اقسط عنداللہ فان لم تعلموا اٰبائھم فاخوانکم فی الدین و موالیکم (احزاب:۴،۵)

ترجمہ: لے پالک تمہارے بیٹے نہیں ہیں۔ان کو بیٹا کہنا تمہارے منہ کی ایک بات ہے۔اور اللہ تو سچی بات ہی کہتا ہے اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو کہ اللہ کے یہاں یہی پکا انصاف ہے۔اور اگر تم ان کے آباء کو نہیں جانتے ہو تو وہ لے پالک دین میں تمہارے بھائی اور رفیق ہیں۔

یہ آیت کسی بچہ کو گود لینے کی رسم کی صراحۃً مخالفت کرتی ہے اور مصنوعی رشتوں کو

حقیقی سمجھنے سے روکتی ہے۔ باپ اور ماں کے تبادلہ کے بجائے قرآن کے نقطۂ نظر سے بچوں کو حقیقی ماں باپ کی طرف منسوب کیا جانا چاہئے۔ اور اگر کسی کا باپ معلوم نہ ہو تو اس کے لئے کسی مصنوعی باپ کو تلاش کرنے سے بھی روکا گیا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ایسے بے پناہ بچے لوگوں کی نگاہ کرم کے زیادہ محتاج ہیں اس لئے قرآن نے جذبۂ انسانی کو بیدار کرنے کی خاطر ایسے بچوں کو ''دینی بھائی'' قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان دوستی اور رفاقت کا رشتہ ہے۔ اس انداز بیان سے یہ وضاحت بھی ہوتی ہے کہ ایسے بچوں کی دیکھ بھال کرنی چاہئے اور معاشرہ میں نیکی اور بھلائی کے عنصر کو ابھار کر ایسا مزاج بنانا چاہئے کہ مصنوعی رشتوں کے بغیر انسانی جذبۂ ہمدردی کی وجہ سے ایسے بچے دردر کی ٹھوکریں نہ کھائیں، اور رفیق اور بھائی ہونے کے ناطے ہر شخص ان کا خیال رکھے۔

مذکورہ آیت سے واضح ہے کہ تبنیت کا سلسلہ قرآن کی ہدایت کے خلاف ہے اور قرآن متبنّیٰ (Adopted Child) کو صلبی اور حقیقی اولاد قرار دینے سے روکتا ہے۔

اس واضح آیت کی موجودگی میں کسی طرح بھی درست نہیں ہے کہ قانون تبنیت کا تعلق مسلمانوں سے بھی جوڑ دیا جائے۔

مصنوعی رشتوں کی وجہ سے حقدار کو محروم نہیں کیا جاسکتا:

اس بل کا تیسرا اہم مقصد یہ ہے کہ متبنی اور متبنّیٰ لینے والوں کے درمیان حقیقی رشتہ کا معاملہ کیا جائے۔ یعنی اگر کسی بچہ کو متبنّیٰ بنایا گیا تو وہ بچہ متبنّیٰ بنانے والے کی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی تمام امور و حالات میں حقیقی بچہ متصور ہوگا۔ اور اس کی حیثیت قانونی شادی سے پیدا شدہ اولاد کی ہوگی۔

(الف) زندگی میں دوسروں کی مدد کرنا بہت اچھا کام ہے۔ اسلام نے اس کی بڑی ہمت افزائی کی ہے۔ لیکن یہ اچھا اور نیک کام اس حد تک ہونا چاہئے کہ دوسرے حقدار

اور وہ لوگ جن کی کفالت کسی شخص پر عائد ہوتی ہے۔ اس ''نیک کام'' سے ''متاثر نہ ہوں'' زندگی میں کوئی ایسی راہ اختیار کرنا اسلامی نقطہ نگاہ سے جرم ہے، جس کے نتیجے میں اس شخص کے انتقال کے بعد وارثین اپنے حقوق سے محروم ہو جائیں۔

متبنّیٰ بل اور قانون وراثت:

(ب) دوسری چیز یہ ہے کہ اسلام نے مستقل وراثت کا قانون بنا دیا ہے۔ اور وارثین کے حقوق اور حصے متعین کر دیئے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کو متبنّیٰ بناتا ہے تو اس کے نتیجہ میں دوسرے وارثین کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور مصنوعی اولاد خونی رشتوں کے ذریعہ ملنے والی میراث میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلام کے قانون وراثت کا پورا ڈھانچہ منہدم ہو جاتا ہے۔

مثلاً اگر کسی شخص کو بچہ نہیں ہے اور اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے والدین زندہ ہیں تو مرنے والے کے متروکہ مال میں سے والدین کا حق قرآن نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

فان لم یکن له ولدو ورثه ابواه فلأ مه الثلث (النساء:۱۱)

ترجمہ: اگر اس کے بچہ نہیں ہے اور ماں، باپ اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کا تہائی حصہ ہے۔

یا کسی مرنے والی کے اولاد نہیں ہے تو بھائی اس کا وارث قرار دیا گیا ہے۔

وهو یرثها ان لم یکن لها ولد (النساء:۱۷۶)

ترجمہ: اور وہ بھائی وارث ہوگا اگر بہن کو بچہ نہ ہو۔

کسی مرنے والے کو بچہ نہ ہو تو بیوی کا حصہ چوتھائی مال ہوگا۔

ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد (النساء:۱۲)

ترجمہ: اور عورتوں کے لئے چوتھائی مال ہے اس مال میں سے جسے تم نے چھوڑا

ہے۔ بشرطیکہ تمہیں بچہ نہ ہو۔

یہ چند مثالیں جن میں بتایا گیا ہے کہ بچہ نہ ہونے کی شکل میں ماں، بھائی اور بیوی کا کیا حصہ ہوگا۔ اب اگر زیر بحث بل کو قانونی حیثیت حاصل ہو جائے تو متبنّٰی حقیقی اولاد کی حیثیت اختیار کرے گا۔ اور ماں، بھائی اور بیوی (یا اس طرح دوسرے حقداروں) کے حصے کم یا ختم کرنے ہوں گے۔ کیوں کہ اولاد کی موجودگی میں ان حقداروں کو اسلامی قانون وراثت کے مطابق کم حصہ ملا کرتا ہے۔

اسی طرح تبنیت کے قانون پر عمل کرنے کے نتیجہ میں مذکورہ آیات کی صریح مخالفت ہوگی اور حقداروں کی حق تلفی ہوگی۔

یہ اختیاری قانون عملاً اضطراری ہوگا!

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ بل قانون کی شکل میں آنے کے بعد گرچہ اختیاری رہے گا۔ اور کسی شخص کو متبنّٰی بنانے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ گود لینا فرد کا انفرادی عمل ہوگا۔ لیکن یہ اختیار جب عملی شکل میں سامنے آئے گا تو بہت سے لوگوں کے لئے جبر بن جائے گا۔ اور انفرادی اختیاری عمل سے دوسرے کے حقوق نئے قانون کے ذریعہ پامال ہوں گے۔ اس لئے اس طرح کے قوانین گرچہ بظاہر اختیاری معلوم ہوتے ہیں۔ مگر برتنے کے وقت بہتوں کے لئے اضطراری ہو جائیں گے۔

مثلاً کسی شخص نے ایک بچہ کو گود لے لیا ہو تو موجودہ بل کے مطابق اس شخص کے مرنے کے بعد وہ بچہ اس شخص کا وارث ہوگا۔ اور اس کے ماں، باپ، بھائی بہن کو اس بچہ کے نہ ہونے کی شکل میں جو حصہ مل سکتا تھا نہیں ملے گا۔ حق تلفی کی وجہ صرف یہ ہوگی کہ اس شخص نے اپنے قانونی اختیار کو استعمال کر کے بچہ کو گود لے لیا تھا۔ ظاہر ہے اس کے عمل میں اس کے ماں، باپ، بھائی بہن کا کوئی دخل نہیں ہے۔ مگر اپنے کسی عمل کے بغیر ان کے حقوق

پامال اور حصے کم ہوں گے، اس طرح یہ اختیاری قانون ماں باپ وغیرہ کے حق میں لازمی اور اضطراری نتائج سامنے لائے گا۔

اس لئے یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے متروکہ مال کا کسی کو (خواہ وہ گود لیا ہوا بچہ کیوں نہ ہو) حقدار بنا دیتا ہے تو یہ اس کا اپنی دولت کے ساتھ نجی معاملہ ہے۔ اسلام نے متروکہ مال کا پورا ضابطہ متعین کر دیا ہے اور مرنے والے کو اپنے مال کے ایک تہائی حصہ میں وصیت کا اختیار دیا ہے۔ اگر وہ اس سے زیادہ کیلئے کوئی وصیت کرتا ہے تو یہ وصیت دوسروں کے ساتھ زیادتی ہوگی جسے اسلام نے قبول نہیں کیا ہے۔

متبنّٰی بل اور قانون نکاح:

تیسری چیز یہ ہے کہ یہ مسودہ قانون اسلام کے قانون نکاح کو بھی متاثر کرتا ہے۔ اسلام نے ان عورتوں کی فہرست بتا دی ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ اس فہرست کے سوا تمام عورتوں سے نکاح درست قرار دیا گیا ہے لیکن اس مسودہ قانون میں متبنّٰی کو حقیقی اولاد بنا دیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں ان رشتوں میں بھی نکاح حرام ہو جائے گا جن رشتوں کی بنیاد پر حقیقی اولاد کے لئے رشتہ نکاح ممنوع تھا۔ اور وہ رشتے جن میں اسلام کے قانون نکاح کے مطابق نکاح درست تھا۔ اس مسودہ قانون کی رو سے وہ رشتے حرام ہو جائیں گے۔ مثلاً کسی شخص نے اجنبی بچہ کو گود لے لیا اس شخص کو اگر کوئی بچی ہے تو اس مسودہ قانون کی بنیاد پر اس بچی سے اس بچہ (متبنّٰی) کا کبھی بھی نکاح نہیں ہو سکے گا۔ جب کہ اسلامی قانون کے مطابق ان دونوں میں رشتہ نکاح قائم کرنا بالکل درست ہے۔ اس طرح یہ مسودہ قانون اسلام کی فہرست محرمات کے سوا ایک اور فہرست محرمات بھی متعین کر دیتا ہے۔ اور قانونی شکل میں آ جانے کے بعد یہ قانون گود لئے بچوں کو مجبور کریگا کہ وہ اسلام کی بنائی ہوئی فہرست محرمات کے سوا قانون کی متعین کی ہوئی فہرست محرمات کا بھی پورا احترام کریں۔

یہ طریقہ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کو غلط پابندیوں میں جکڑتا ہے اور ایک مسلمان بچی کو اس شخص سے نکاح نہ کرنے کا حکم دیتا ہے جس سے نکاح کرنے کی اجازت اسلام نے دی ہے۔ مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں پورے اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسودہ قانون اسلام کے مختلف صریح قوانین وضوابط سے ٹکراتا اور مسلم پرسنل لا کے ایک اہم حصہ کو پورے طور پر مجروح کرتا ہے۔ ساتھ ہی یہ مسودہ قانون ملک میں پھیلے ہوئے بے شمار نادار خبر گیری سے محروم قابل رحم بچوں کے لئے کوئی سہارا نہیں بن سکتا۔

مسلمانانِ ہند کا نقطہ نظر:

انہیں وجوہ کی بنا پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن منعقدہ ۲۷/۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء (بمبئی) نے اپنی قرارداد نمبر ۲ میں یہ اعلان کیا کہ یہ اجلاس متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء کو اپنی موجودہ شکل میں قانون شریعت میں مداخلت سمجھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنٰی قرار دیا جائے اور پھر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ورکنگ کمیٹی منعقدہ ۴/۵/جولائی ۱۹۷۳ء (الہ آباد) نے متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء سے متعلق مسلم پرسنل لا کنونشن کی منظور شدہ تجویز کو دہرایا۔ میں بھی متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء سے متعلق پارلیمنٹ کی جوائنٹ کمیٹی کے سامنے مسلم پرسنل لا کنونشن (بمبئی) اور ورکنگ کمیٹی مسلم پرسنل لا بورڈ کی تجویز کی مکمل تائید کرتا ہوں، اور مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر اس بل کو اپنے بیان کئے گئے مقصد میں غیر مفید، ناکام، اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف، شریعت اسلامیہ کے قانون وراثت کو درہم برہم کردینے والا اور مسلم پرسنل لا کو مجروح کرنے والا سمجھتا ہوں۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق متبنّٰی بل کو ایسی شکل دے کہ اس کے اثرات سے مسلم پرسنل لا محفوظ رہ سکے۔

(۲/جنوری ۱۹۷۴ء)

منت اللہ رحمانی
خانقاہ رحمانی مونگیر

آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن منعقدہ ۲۷/۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء بمبئی کی منظور شدہ بنیادی قراردادیں

● قرارداد نمبر ۱: مسلمانان ہند اس صورت حال سے شدید تشویش اور اضطراب میں مبتلا ہیں جو مختلف قانون ساز اسمبلیوں اور قوانین کے ذریعہ ان کے پرسنل لا کو ختم کرنے اور مشترکہ سول کوڈ کی راہ ہموار کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔ لہٰذا مسلمانان ہند کا یہ نمائندہ اجتماع منعقدہ بمبئی (بتاریخ ۲۷/۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء) جو مسلمانان ہند کے تمام مکاتب فکر اور مسالک کے علاوہ ان کی تمام دینی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی انجمنوں، جماعتوں اور اداروں کا نمائندہ ہے، کامل اتفاق اور قطعیت کے ساتھ اپنے اس موقف کا اعلان کرتا ہے کہ شریعت اسلامی کے احکام وحی الٰہی پر مبنی ہیں ان میں نہ کوئی کمی ہے جسے پورا کرنے کی ضرورت ہو اور نہ زیادتی جسے کم کرنے کی حاجت پیش آئے۔

(۱) یہ کنونشن اس امر پر بھی اپنے یقین کا اظہار کرتا ہے کہ مسلم پرسنل لا مسلمانوں کے دین و مذہب کا ایک جز ہے۔ اور کسی مسلمان کے لئے احکام شرع اسلامی سے گریز جائز نہیں اور نہ وہ کسی ایسے فیصلے کو کسی حال میں قبول کرسکتا ہے۔ جو اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے۔ یہ کنونشن اس امر پر بھی اپنے محکم فیصلے کا اعلان کرتا ہے کہ پارلیمنٹ یا ریاستی مجالس قانون ساز کو شریعت اسلامی میں کسی ترمیم وتنسیخ کا حق حاصل نہیں ہے اور کون سے قوانین شرع اسلامی کے مطابق یا متعلق ہیں اور کون سے نہیں، اس کے بارے میں ہر فرقہ اور مسلک کے مستند ومعتمد علمائے شریعت کا فیصلہ آخری اور قطعی حیثیت رکھتا ہے۔

(۲) یہ کنونشن ان چند افراد کی مذموم کوششوں سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے جو مسلم پرسنل لا کی اصلاح کے نام پر قانون شریعت میں مداخلت کیلئے راہ ہموار کررہے ہیں۔

(۳) اگر دور غلامی میں کچھ مذہبی قوانین میں ترمیمات کی گئی ہوں یا کسی مسلم ملک میں عائلی قوانین کے اندر کوئی تبدیلی عمل میں آئی ہو تو یہ عمل قانون شریعت میں ترمیم وتنسیخ کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتا۔

(۴) یہ کنونشن اس امر پر بھی یقین رکھتا ہے کہ شخصی اور عائلی قوانین امت کے تشخص، اس کی

امتیازی حیثیت اور اس کی تہذیبی اور ثقافتی خصوصیات کے ضامن ہیں اور کوئی مسلمان اپنی ملی انفرادیت دینی امتیازات اور تہذیبی وثقافتی خصوصیات سے کسی قیمت پر دست بردار نہیں ہوسکتا۔

(۵) مہذب دنیا کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ہر تہذیبی اور مذہبی اکائی کو اپنی تہذیب و مذہب کے تحفظ کا نہ صرف پورا پورا حق حاصل ہے۔ بلکہ اگر کسی گروہ کی تہذیبی اور مذہبی خصوصیات کو مٹانے کی کوشش کی جائے تو اسے نسل کشی کا ہم معنی سمجھا گیا ہے۔ اس لئے آزاد ہندوستان کے معماروں نے بھی دستور ہند کے بنیادی حقوق میں مذہبی آزادی اور اسکے قیام وبقا کی بھرپور ضمانت دی ہے اس لئے کنونشن کو یقین ہے کہ ہندوستانی عوام ایسی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہونے دیں گے جو دستور کی روح کو پامال کرنے اور کسی گروہ کو اس کے دستوری حق سے محروم کردینے والی ہو۔ یہ کنونشن مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں اپنے اس فیصلے کا اعلان کرتا ہے کہ:

(الف) مسلمانوں کے شخصی اور عائلی قوانین جو دراصل ان کے دین و مذہب کا لازمی جزو ہیں انہیں ختم کر کے ـــــــ ان کی جگہ یکساں سول کوڈ کا اجرا یا بالواسطہ قانون سازی کے ذریعہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم یا متوازی قانون سازی کے ذریعہ اسے بے اثر بنانا انسانی حقوق کے بین الاقوامی منشور کے منافی، تہذیبی نسل کشی کے ہم معنی اور دستور ہند کے بنیادی حقوق کے معارض ہوگا۔ اور اس طرح کے کسی بھی اقدام کا مطلب مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے انحراف پر مجبور کرنا ہوگا جو کسی بھی مسلمان کے لئے کسی حال میں قابل برداشت نہیں ہوسکتا۔

(ب) یہ کنونشن اس امر پر بھی یقین رکھتا ہے کہ دستور ہند کے رہنما اصولوں کا آرٹیکل ۴۴ بنیادی حقوق کی دفعات کے تابع ہے۔ اس لئے مسلم پرسنل لا آرٹیکل ۴۴ کے دائرے سے خارج ہے۔

(ج) یہ کنونشن پارلیمنٹ اور ریاستی مجالس قانون ساز میں پیش ہونے والے ان بلوں کو ناقابل قبول قرار دیتا ہے جو بالواسطہ مسلم پرسنل لا پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

(د) یہ کنونشن اس امر کی بھی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ مسلمانوں کو عائلی اور معاشرتی زندگی کے شرعی احکام وآداب سے واقف کرایا جائے تاکہ وہ پوری طرح شرعی احکام پر عمل کر کے معاشرہ کو صالح بنیادوں پر استوار کرسکیں۔

● **قرارداد نمبر۲:** یہ اجلاس Adoption of Children Bill 1972 (قانون تبنیت ۱۹۷۲ء) اور Public Trust Bill کو اپنی موجودہ شکل میں قانون شریعت میں مداخلت سمجھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

● **قرارداد نمبر۳:** آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن اپنے فیصلوں کو بروئے کار لانے کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کرتا ہے جو ہمیشہ ہر فرقہ ومسلک کے مسلم علماء ماہرین شریعت، مسلم قانون داں اور ملت کے دیگر ارباب حل وعقد پر مشتمل ہوگا۔ نیز مختلف فرقہ ومسلک کی نمائندگی بورڈ کی ضمنی کمیٹیوں میں بھی ملحوظ رہے گی۔

(الف) یہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ قوانین شرع کی بقا اور تحفظ کے لئے ہر طرح کی ضروری تدابیر عمل میں لانے اور ہر طرح کی جدوجہد منظم کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

یہ بورڈ علماء و ماہرین قانون پر مشتمل ایک ایسی مستقل کمیٹی بنانے کا ذمہ دار ہوگا جو موجودہ قوانین نیز پارلیمنٹ اور مختلف ریاستی مجالس قانون ساز میں پیش ہونے والے مسودات قانون (بلوں) اور گشتی احکام (سرکلر) کا جائزہ اس نقطہ نظر سے لیگی اور لیتی رہے گی کہ اس کا کیا اثر مسلم پرسنل لا پر پڑتا ہے۔

یہ بورڈ شریعت اسلامی کے عائلی قوانین کی اشاعت اور مسلمانوں پر اس کے نفاذ کے لئے ہمہ گیر خاکہ تیار کرے گا۔ یہ بورڈ مسلم پرسنل لا کی تحریک کیلئے بوقت ضرورت ''مجلس عمل'' بھی بنا سکتا ہے۔ جس کے ذریعہ بورڈ کے فیصلہ پر عمل درآمد کے لئے پورے ملک میں جدوجہد منظم کی جاسکے۔

(ب) اس بورڈ کی ایک جنرل کونسل ہوگی جو ۱۵۱/ارکان پر مشتمل ہوگی اور کنونشن کی اسٹیرنگ کمیٹی کے ارکان اس کے رکن بنیادی (Founder Members) ہوں گے باقی ارکان کو جنرل کونسل کو آپٹ (Opt) کرے گی اور ''۴۱'' افراد پر مشتمل ایک ''مجلس عاملہ'' ہوگی جسے بورڈ منتخب کرے گا۔

(ج) عہدیداروں کا تعین ان کا انتخاب اور دیگر ضوابط اپنے لئے خود یہ بورڈ تیار کرے گا۔

☆☆☆